64

سورۂ فاتحہ کی لطیف تفسیر

(فرمودہ ۹ مئی ۱۹۲۴ء)

تشہد تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

مومن کا فرض جیسا کہ سورۂ فاتحہ میں بتلایا گیا ہے یہ ہے کہ وہ ساری دنیا کو ہدایت دے اور اسلام نے اس امر پر خصوصیت سے زور دیا ہے کہ انسان کو خدا نے اس لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ اپنے ہی فائدہ کو مد نظر رکھے۔ اور بحیثیت فرد زندگی بسر کرے۔ بلکہ انسان کی پیدائش کی غرض یہ ہے کہ وہ جماعتی زندگی بسر کرے۔ اس جماعت کے افراد کو فائدہ پہنچانے کا خیال رکھے۔ اور ان کو ہدایت دینے میں کوشاں رہے۔

اگر ہم غور کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ انسان اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ تمام کے فوائد کے لئے زندگی بسر کرے۔ اور اسی لئے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: **کنتم خیر امۃ اخرجت للناس** (آل عمران ۱۱۱) تم سب سے بہتر امت ہو۔ کیوں؟ اس لئے کہ تمہاری صفت یہ ہے کہ تم اپنی ذات کی تکمیل ہی کرنے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے۔ بلکہ تم لوگوں کے قیام کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

پس مسلم کا یہ فرض عین ہے کہ وہ اپنی ذات کے فائدہ کو نہ دیکھے بلکہ اوروں کو فائدہ دینے کے لئے زندگی بسر کرے یہی مسلم کی غرض اور اس کا عین مقصود ہے اور اسی مضمون کو سورۂ فاتحہ میں ادا کیا گیا ہے کہ انسان اپنے وجود کے فوائد کو مد نظر نہ رکھے۔ بلکہ اوروں کو فائدہ پہنچانا اس کا اولین مقصد ہو۔ چنانچہ سورۂ فاتحہ کے شروع میں **الحمدللہ رب العالمین** میں خدا اور بندے کے تعلق کا ذکر نہیں کیا گیا نہ ہی **الرحمن الرحیم** میں بندے کے تعلق کو خدا سے بتایا گیا ہے اور نہ ہی **مالک یوم الدین** میں ہی اس کے خدا سے تعلق کا اظہار کیا گیا ہے۔ بلکہ صرف تین جگہ خدا اور بندے

کے تعلق کا اظہار کیا گیا ہے اور تینوں جگہ جماعت کا ذکر ہے کسی فرد کا نہیں ہے۔

چنانچہ پہلی جگہ **ایاک نعبد** ہے جب انسان خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو اس وقت خدا اور بندہ میں میں اور تو کا سوال ہوتا ہے۔ لیکن وہ کہتا **ایاک نعبد** ہے کہ اے خدا "ہم" تیری عبادت کرتے ہیں۔ یہاں **نعبد** فرمایا ہے۔ **اعبد** نہیں فرمایا۔ یعنی ہم کہا ہے میں نہیں کہا۔ حالانکہ عبادت "میں" کرتا ہے ہم نہیں کرتے۔ اور ہم کہنا اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جبکہ دو باتیں پائی جائیں۔

اول یہ کہ سب انسان خدا کی عبادت کرتے ہوں لیکن یہ مشاہدہ کے رو سے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ دہریے بھی دنیا میں رہتے ہیں۔ جو خدا کو گالیاں دیتے ہیں اور مشرکین بھی ہیں۔ جو بتوں کے آگے اپنی ناکیں رگڑتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ ساری دنیا خدا کی عبادت کرتی ہے بالکل غلط ہے۔ ہاں ایک دوسری صورت ہے "ہم" کہنا صحیح ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ قاعدہ ہے کہ کسی کی طرف کوئی فعل منسوب کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ آئندہ اس کو کرے گا یا اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ آئندہ کسی زمانہ میں اس سے کرائے گا۔ اس لحاظ سے **ایاک نعبد** کہا جا سکتا ہے کہ سب انسانوں کو ہم خدا کی عبادت کرنے والے بنا کے چھوڑیں گے۔ اور زبان کی خصوصیت بھی بتلاتی ہے کہ اس فقرہ میں غیر لوگوں کو بھی اپنے اندر شامل کیا گیا ہے۔ پس اس لحاظ سے **ایاک نعبد** کے معنے یہ نہ ہوں گے کہ ساری دنیا عبادت کرتی ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے بلکہ یہ معنے ہوں گے کہ میں سب کو تیری عبادت کراؤں گا گو فی الحال سب لوگ تیری عبادت نہیں کرتے۔ لیکن میں ان سے تیری عبادت کراؤں گا اور اگر اب تیری طرف نہیں آتے تو پھر آ جائیں گے۔ پس یہی مطلب ٹھیک ہے اور اسی سے میں کی جگہ "ہم" کہنا درست ہے دوسری جگہ سورۂ فاتحہ میں جہاں بندے اور خدا کے تعلق کو ظاہر کیا گیا ہے وہ مقام **ایاک نستعین** ہے۔ یہاں بھی **استعین** نہیں ...... بلکہ **نستعین** کہا ہے اور اس میں یہ اقرار ہے کہ ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ یہ اقرار بھی بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ نہ تو تمام دنیا مسلمان ہی ہے کہ وہ صرف خدا سے مدد چاہے اور پھر جو مسلمان ہیں۔ وہ بھی سب کے سب خدا سے مدد نہیں چاہتے پس یہ معنے کرنے کہ ہم سب تجھ سے مدد چاہتے ہیں غلط ہیں۔ بلکہ اس کے یہ معنے صحیح ہیں۔ اور یہی ہو سکتے ہیں کہ میں سب کو تیری عبودیت کی طرف لاؤں گا اور پھر وہ عبد بن کر تجھ سے مدد چاہیں گے۔

پھر تیسری جگہ سورۂ فاتحہ میں خدا اور بندے کے تعلق کو اس فقرہ میں جمع کیا گیا ہے کہ **اھدنا**

الصراط المستقیم۔ یہاں بھی بندہ **اھدنی** نہیں کہتا بلکہ **اھدنا** کہتا ہے کہ ہم سب کو ہدایت دے۔ نہ کہ صرف مجھے ہدایت دے۔ اس میں مومن کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ سب کو اپنے ساتھ شامل کر اور سب کے فائدہ کا خیال رکھنا۔

جب ایک مومن کی یہ شان ہے تو کیا یہ عجب بات نہیں ہے کہ اگر ہر احمدی کہلانے والے کو یہ کہا جائے کہ اپنے علاقہ میں تبلیغ کیا کرو۔ تو وہ کہے کہ مجھے کیا ضرورت ہے۔ میں خود ہدایت پا چکا ہوں۔ اوروں کی کیا پروا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے اور اگر کہتا نہیں۔ بلکہ اپنے عمل سے یہ ظاہر کرتا ہے۔ یعنی دوسروں کو حق کی تبلیغ نہیں کرتا۔ تو اس کی حالت پر بہت ہی افسوس ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے آگے جھوٹ بولتا ہے۔ جبکہ **اھدنا** پکارتا ہے۔ کیا ایک ایسا شخص جس کا ہاتھ زخمی ہو۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں اچھا ہوں۔ یا وہ شخص جس کا پاؤں اچھی طرح نہ اٹھ سکتا ہو کہہ سکتا ہے کہ میں توانا ہوں۔ یا کیا وہ شخص اپنے آپ کو خوبصورت کہہ سکتا ہے جس کا ناک کٹا ہوا ہو یا جس کی آنکھ کان میں قصور ہو۔ اگر نہیں تو کوئی انسان اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھ کر کس طرح مطمئن ہو سکتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک وجود کی طرح قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ فاتحہ سے میں نے بتایا ہے کہ اس میں انسان کو بحیثیت مجموعی خدا کے سامنے کھڑا کیا گیا ہے۔ نہ کہ فردیت کے لحاظ سے اور یہ سکھایا ہے۔ کہ تمہاری نگاہ کسی کام کے فائدے پر جماعت کے لحاظ سے پڑے نہ کہ فردیت کے لحاظ سے اور تمہیں تمام پر نگاہ ڈالتے ہوئے اپنے پر غور کرنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ اپنے فوائد کو مدنظر رکھو اور اوروں کی خبر نہ لو۔ پس وہ انسان جو **اھدنا** اور **اخرجت للناس** کی حقیقت کو جانتا ہے۔ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ میں اچھا ہوں۔ مجھے کسی اور کی فکر کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ انسان کو بنی نوع کی ہمدردی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔ اور ہر ایک مسلم کا فرض ہے کہ وہ اپنی عمر تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے خرچ کرے۔ اگر کوئی شخص اپنی عمر کو ہدایت پہنچانے میں خرچ نہیں کرتا۔ تو اس کی نماز مداہنت اور منافقت کا رنگ رکھتی ہے۔ کیونکہ وہ **اھدنا الصراط المستقیم** صحیح طور پر نہیں کہہ رہا ہوتا۔

میں نے بارہا تبلیغ کی طرف جماعت کو توجہ دلائی ہے۔ لیکن اکثر لوگ ابھی تک اس کام کو سرانجام دینے میں سست ہیں۔ بعض لوگ دین کے اور کاموں میں تو حصہ لیتے ہیں۔ اور اگر کوئی لیکچر یا وعظ ہو رہا ہو۔ تو انتظام وغیرہ کرنے۔ لوگوں کو بٹھانے۔ انہیں خاموش کرانے میں لگے رہیں گے۔ لیکن خود تبلیغ کرنا ضروری نہیں سمجھیں گے۔ اگر تمام کے تمام احمدی تبلیغ کرنا اپنا فرض سمجھ لیں۔ تو

بہت جلد ساری دنیا ہدایت کی طرف آجائے۔ کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ اگر اہل دنیا کو اچھی طرح حق سمجھا دیا جائے۔ تو وہ نہ سمجھیں۔

اگر اس طریق پر لوگوں کو سمجھایا جائے کہ ان میں ضد اور تعصب نہ پیدا ہو اور ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ جدھر وہ جا رہے ہیں اس طرف ان کے آگے آگ ہے لیکن جس طرف تم انہیں بلاتے ہو ادھر جنت ہے۔ تو یہ ممکن نہیں کہ انہیں ہدایت نہ ہو پس پہلی شرط تبلیغ کے لئے یہ ہے کہ لوگوں میں یہ ظاہر ہو جائے کہ ان کے آگے آگ ہے اگر وہ ادھر ہی چلے گئے۔ تو آگ میں جا پڑیں گے۔ اس سے تم انہیں بچانا چاہتے ہو جب انہیں یہ یقین ہو جائے گا تو وہ ضرور تمہاری طرف آ جائیں گے لیکن اگر ان کو اپنے آگے آگ ہونے کا یقین نہ ہو گا۔ تو وہ تمہاری طرف متوجہ نہ ہوں گے اور نہ ہی ہدایت پائیں گے۔

دوسری شرط تبلیغ کے لئے یہ ہے کہ تم ان کو ایسے طور پر بتاؤ کہ تمہاری گفتگو سے وہ اپنی حقارت نہ سمجھیں کیونکہ بعض اوقات انسان اپنی حقارت کو دیکھ کر ہلاکت کی طرف چلا جاتا ہے اور ہلاکت کو ہدایت کے مقابلہ میں پسند کر لیتا ہے۔ پس تم ان کے دل میں حقارت نہ پیدا کرو۔ مگر یہ ضرور کہو کہ تمہارے سامنے آگ ہے۔ اس سے بچ جاؤ۔ پیغامی حقارت اور نفرت کو دوسرے کے دل میں پیدا کرنے سے تو بچے لیکن انہوں نے یہ نہ بتایا کہ تمہارے سامنے آگ ہے۔ اور جس کی طرف ہم بلاتے ہیں۔ وہ جنت ہے۔ انہوں نے ایک شرط پوری کی۔ مگر دوسری چھوڑ دی۔ اس کا نتیجہ کیسا برا نکلا۔ تم میں سے بعض یہ تو بتا دیتے ہیں کہ ان کے سامنے آگ ہے۔ اور جس کی طرف وہ بلاتے ہیں۔ جنت ہے لیکن ان کی تبلیغ سے ان کے دل میں ان کی طرف سے حقارت اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ہدایت کی طرف نہیں آتے۔ اور رک جاتے ہیں۔ تمہاری طرف سے لوگوں میں حقارت اور نفرت نہ پیدا ہو۔ اور نہ ہی تم ان کے سامنے آگ بتلانے میں سستی کرو۔ پس میں تم لوگوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس طرح سست رہنے سے کبھی احمدیت نہ پھیلے گی اور نہ ہی اس خیال سے احمدیت پھیلے گی کہ مولوی لوگ ہماری جگہ تبلیغ کر رہے ہیں۔ پھر نہ ہی اس خیال سے ترقی ہو گی کہ ہمارا چندہ ہی دینا کافی ہے۔ اور تبلیغ کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب تک تمام لوگ احمدیت کے پھیلانے میں نہ لگیں گے۔ ترقی نہ ہو گی۔ مولویوں کی غرض تو صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ دین کو قائم رکھیں اور اس میں خلل نہ آنے دیں۔ دوسرے لوگوں کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ دین جو خدا کی طرف سے ان کو نبی کے ذریعہ ملا ہو سب تک پہنچائیں۔ اسی طرح ہمیں بھی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے اور

احمدیت پھیل سکتی ہے۔

ہماری جماعت کو چاہئیے کہ ایک دفعہ یہ عقد ہمت باندھ کر کھڑی ہو جائے۔ کہ اسلام کو تمام دوسرے لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔ اور سستی چھوڑ دے کیونکہ یہی کامیابی میں ہارج ہے اور یہی ہماری ترقی میں روک ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کو کامیابی دینے میں بخل نہیں اور نہ اس کے خزانے میں کمی ہے۔ اور نہ ہی اس کے خزانے میں پہلوں کو دینے سے کمی آئی ہے بلکہ خدا کے خزانے اسی طرح بھرے ہوئے ہیں۔ جس طرح پہلے بھرے ہوئے تھے۔ نقص اور سستی تمہاری طرف سے ہے۔ تم وہ شرط پوری نہیں کرتے۔ جو خزانے کے منہ کھولتی ہے۔ خدا تعالیٰ ہمای جماعت کو توفیق دے کہ وہ شرطیں پوری کرے۔ جن سے خدا تعالیٰ کے خزانے کا منہ کھلتا ہے۔ تا کہ ہم انعامات حاصل کر سکیں۔

(الفضل ۲۳ مئی ۱۹۲۴ء)